

خیبر پختونخوا میں اُردو نثر کی ابتداء کا تحقیقی مطالعہ (ادبیات سرحد) کی روشنی میں

ڈاکٹر گلناز بانو، اسٹنٹ پروفیسر، جناح کالج یونیورسٹی آف پشاور

Abstract

This article is aimed to explain, the beginning of Urdu Prose in Khyber Pakhtunkhwa in order to find out the first prose written in this area, the book of Farigh Bukhari is considered as the milestone in this regard. After conducting research on the prose articles in this book it has been the real prose article are found, in order to know which article basically is worth considering the beginning of Urdu Prose. Farigh Bukhari considers "Tafseer Hindi" as the first actual example of Urdu Prose. According to him this book was written in 1350.

خیبر پختونخوا میں اُردو زبان کا پہلا نثری نمونہ کونسا ہے؟ اور ۱۹۰۰ء تک خیبر پختونخوا میں اُردو نثر کس مقام تک پہنچی ہے؟ گویا ابتداء سے بیسویں صدی کے آغاز تک خیبر پختونخوا میں اُردو نثر نے جن ارتقائی منازل کو عبور کیا ہے اس مقالے میں اس کے متعلق لکھنا ہے۔ اس سلسلے میں فارغ بخاری کی کتاب ”ادبیات سرحد“ کو نقطہ آغاز بنایا گیا ہے فارغ بخاری صاحب خیبر پختونخوا کی نامور ادبی شخصیات میں سے تھے انہوں نے اپنی کتاب (ادبیات سرحد) میں سرحد کی نثر کے آغاز و ارتقاء کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے حصہ نظم اور حصہ نثر۔ ۱۹۵۵ء میں یہ کتاب شائع ہوئی سرحد کی ادبی تاریخ پر ان کی یہ قابل قدر کوشش ہے

ادبیات سرحد میں فارغ بخاری نے ”تفسیر ہندی“ کو سرحد کی نثر کا پہلا نمونہ بتایا ہے ان کے مطابق یہ کتاب ۱۳۵۰ء میں لکھی گئی ہے اور اس لیے سرحد میں اُردو نثر کا آغاز چودھویں صدی میں ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں:

”تفسیر ہندی کا کرم خوردہ نسخہ یہاں کی نثر کا قدیم ترین نمونہ ہے یہ نسخہ سنٹرل ریکارڈ آفس پشاور سے دستیاب ہوا ہے لیکن اس کے ابتدائی صفحات تلف ہونے کی وجہ سے اس کی سن تصنیف پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ کاغذ، کتابت اور رسم الخط کے اعتبار سے ماہرین اس نسخے کو چھ سو سال پرانا بتاتے ہیں انداز تحریر سے یہ کسی پشتون الاصل مولوی کا کارنامہ معلوم ہوتا ہے اس طرح یہ نسخہ نہ صرف قرآن حکیم کی سب

سے پہلی اُردو تفسیر ہے بلکہ اُردو نثر کا بھی نمونہ ہے۔“ ۱

موصوف نے تفسیر ہندی کو چھ سو سال پرانا کہہ دیا لیکن اپنے اس دعویٰ کے ساتھ کسی قسم کا حوالہ نہیں دیا وہ یہ کہتے بھی ہیں کہ نسخہ سنٹرل ریکارڈ آفس میں موجود ہے لیکن صرف موجود ہونے سے تو بات نہیں بنتی۔ ان کو چاہیے تھا کہ اپنے اس دعویٰ کو باوزن بنانے کے لیے تفسیر ہندی کا نثری ٹکڑا پیش کرتے اور آج کا قاری خود اس بات کا فیصلہ کر لیتا کہ ان کا یہ دعویٰ کس حد تک درست ہے۔ حالانکہ خود ان کو حوالے اور ثبوت کی اہمیت کا اندازہ ہے اور ادبیات سرحد میں لکھتے بھی ہیں کہ:

”صوبہ سرحد کی لسانی تاریخ پر حوادث زمانہ کا جو دبیز پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے اُردو نظم کی طرح

اُردو نثر کی ابتداء کا سراغ لگانا بھی دشوار ہے اور اس کے متعلق پورے وثوق سے کوئی فیصلہ کن بات

نہیں کہی جاسکتی بلکہ ایک محقق کو محض انہیں نوادرات پر تکیہ کرنا پڑتا ہے جو مرور زمانہ کے بے رحم ہاتھوں

سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔“ ۲

ان کے اس دعویٰ کا تحقیقی جائزہ لیا جائے تو یہ بات محض مفروضے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ فارغ صاحب کی اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر ہم برصغیر پاک و ہند میں اس عہد کی اُردو (ہندی) نثری تاریخ کا جائزہ لیں تو یہ صورتحال سامنے آتی ہے۔

”یہ بات قابل غور ہے کہ دہلی اور تمام شمالی ہند میں اُردو زبان کی ابتداء یعنی گیارہویں صدی عیسوی

سے اٹھارہویں صدی کے آغاز تک کسی مستقل وہ مکمل تصنیف نثر یا نظم، مطبوعہ یا غیر مطبوعہ موجود یا

مفقود کا پتہ نہیں ملتا سید اشرف جہانگیر کے رسالہ نثر اور افضل جھنجھانوی کی مثنوی کے یہ کتابیں

تبرکات ادبی سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔“ ۳

شمالی ہند (دہلی) کے علاوہ جنوبی ہند (دکن) میں بھی اُردو نثر کی تقریباً یہی حالت تھی۔ دکن میں چودھویں صدی کے چند مختصر نثری رسالوں کا ذکر ملتا ہے۔ جن کے مصنف شیخ عین الدین گنج العلم ہیں یہ رسائل مسائل شرعیہ اور مذہب کے متعلق ہیں لیکن یہ رسائل ناپید ہیں۔ اور دکنی نثر میں حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز کی قدیم کتاب ”معراج العاشقین“ ہے۔ جس کو انجمن ترقی اُردو نے حال ہی میں شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا نثری نمونہ ہے:

”اے عزیز اللہ بندہ بنا یہاں پہچان کو جانا، نہیں تو شرع جاتا ہے اول اپنی پہچانت بعد از خدا کی

پہچانت کرنا۔“ ۴

کیونکہ چودھویں صدی کے آغاز میں ۱۳۰۴ء میں علاؤ الدین خلجی نے شمالی ہند سے جنوبی ہند کی طرف پیش قدمی کی تھی اور اس کے غلام سرور ملک کا فور نے ۱۳۱۲ء میں دکن کو فتح کر کے شمالی ہند کی ریاست میں شامل کر دیا اس طرح اس صدی میں شمالی ہند کی اُردو جنوبی ہند میں پہنچتی ہے اور جب محمد تغلق نے ۱۳۲۶ء میں اپنایا یہ تخت دہلی کی بجائے دکن کو بنایا تو یہاں اُردو زبان کے قدم باقاعدہ طور پر پہنچتے ہیں اور یوں یہاں بہمنی دور میں نظم و نثر کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ اسی خطہ زمین پر اُردو نثر کی پہلی کتاب ”سب رس“ لکھی گئی ملا وجہی نے اُردو نثر کا یہ ابتدائی نثری نمونہ (1635) ۱۶۳۵ء مطلب سترھویں صدی میں پیش کیا ہے اور سب رس کو اُردو نثر کی سنگ بنیاد ٹھہرایا جاتا ہے۔

اس مختصر سے تاریخی جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے۔ جس دور میں فارغ بخاری صاحب تفسیر ہندی کی بات کر رہے ہیں اسی زمانے میں تو اُردو زبان کے ان دو مراکز (دہلی) اور (دکن) میں اُردو نثر کے بالکل ابتدائی نمونے ملتے ہیں ان علاقوں میں اُردو زبان و نثر کا یہ حال ہے تو خیبر پختونخوا میں تفسیر ہندی کا لکھا جانا قابل قبول نہیں ہے۔ بصورت دیگر کسی قسم کا کوئی نمونہ ان کی تحریر سے مل جاتا تو اُن کے اس مفروضے کو تسلیم کر لیا جاتا اور یہ بات تو قابل فخر ہوتی کہ سرحد میں اُردو نثر کا آغاز دہلی و دکن سے پہلے ہوا ہے۔

تفسیر ہندی کے بعد دوسری نثری تصنیف ”خیر البیان“ ہے۔ اس کے بارے میں ادبیات سرحد میں یوں درج ہے۔

”اس سلسلے کی دوسری کڑی پشتون قوم کے روحانی پشتو اور فضل اجل ادیب پیروخان کی تصنیف خیر

البیان ہے پشتو تذکروں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مذہبی کتاب پیروخان نے عربی، فارسی، پشتو اور ہندی

(اُردو) چار زبانوں میں لکھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ چاروں نسخے لنڈن لائبریری میں محفوظ ہیں یہ کتاب

۱۵۳۰ء کی تصنیف ہے اس طرح تفسیر ہندی کیساتھ اس کی کڑی نہایت آسانی کیساتھ ملائی جاسکتی

ہے۔“ ۵

مندرجہ بالا پیرا گراف سے تین نکات سامنے آتے ہیں اول اس کتاب کے چار نسخے ہیں دوم لنڈن لائبریری میں محفوظ

ہے اور سوم ۱۵۳۰ء کی تصنیف ہے۔

خیر البیان کا قلمی نسخہ جرمنی یونیورسٹی ٹوبنجن (Tobingen) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ مولانا عبدالقادر ڈائریکٹر

پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی نے ۲۳ اپریل ۱۹۶۷ء میں اس اصل نسخے کو دریافت کیا ہے اور اس کی فوٹو کاپی ساتھ لائے۔

اس کتاب کے چار نسخے نہیں ہیں بلکہ ایک ہی نسخہ ہے اور اس میں چار زبانوں عربی، فارسی، پشتو اور (اُردو) ہندی کا

استعمال کیا گیا ہے۔ ابتدائی چند صفحات پر اُردو نثر کا نمونہ ملتا ہے۔ بعد میں اُردو زبان کا استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ خیر البیان کی

اُردو نثری تحریر کا نمونہ ملاحظہ ہو:

”اے بازید لکھ کتاب کے آغاز بیان جن کے سارے اکھر

بن بسمہ اللہ تمام میں نہ گنواؤں مزدوری انہن کی جے

لکھن پڑھی بگاڑن اکھر اس کارن جے سہی ہوئے بیان“ ۶

ترجمہ: اے بازید لکھ کتاب کے آغاز میں ایسے الفاظ جو بسم اللہ کی مانند ہوں میں ایسے لوگوں کی

محنت ضائع کرنا نہیں چاہتا جو لکھ لکھ کر الفاظ اس لیے مٹاتے ہیں کہ صحیح بیان سامنے آجائے۔

اے بازید لکھ وہ اکھر جسے حبیب سہن جڑاں کارن

جسے نفع پاؤں اومیان تو سجان ہے کچ کا میں نہیں جانتا

بن قرآن کے اکھر رہے سجان۔“ ۷

ترجمہ: اے بازید ایسے الفاظ لکھ جو سب زبانوں کی بنیاد ہوں تاکہ اس سے لوگوں کو نفع ہو تو سجان اللہ

میں کچھ نہیں جانتا سوائے قرآن کے الفاظ جو اللہ کی قدرت کے مظہر ہیں۔

”اے بایذید لکھنا اکھر کا تجھ سے ہے دکھلانا اور سکھلانا مجھ سے
 لکھ میرے فرمان سہن جیوں اکھر قرآن کے پہن کے پہن لکھ
 کوئی اکھر اور پر تمکنا کہ جزم اور نشان جیوہ اکھر پہچان او میان“ ۸
 ترجمہ: اے بایذید لفظ کا لکھنا تجھ پر منحصر ہے دکھلانا سکھلانا الفاظ کا مجھ سے ہے میرے فرمان لکھ جس
 طرح قرآن کے الفاظ اور ان پر ڈال اعراب (قرآن کی مانند) تاکہ لوگ انہیں پڑھ سکیں۔
 ”لکھ کوئی اکھر چار چار عیان درہال سکھن جسے پڑھن
 تو سانس نکالیں کوئی دو پن بچے اکھر سن آو میان“ ۹
 ترجمہ: لکھ اس طرح لکھ کہ چار چار نشان ہوں تاکہ سیکھنے کے دوران جب پڑھیں تو سانس نکالیں دو
 لفظوں کے درمیان (فاصلہ۔ فرق) ہو اور میاں (ارے میاں)

فارغ بخاری کی ادبیات سرحد ۱۹۵۵ء میں طبع ہوئی ہے۔ اور خیر البیان کا اصلی قلمی نسخہ ۱۹۶۷ء میں دریافت ہوا ہے۔
 گویا اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ فارغ صاحب نے سنی سنائی بات پر اکتفا کر کے خیر البیان کے چار نسخے لکھ دیے ہیں۔
 خیر البیان کی تصنیف ادبیات سرحد میں ۱۵۳۰ء لکھی گئی ہے۔ پشتو مورخین و محققین نے متفقہ طور پر بایذید کی تاریخ
 پیدائش ۹۳۱ھ بمطابق ۱۵۲۵ء اور تاریخ وفات ۱۵۸۵ء بتائی ہے۔ جس سے ان کی عمر ۶۰ سال بنتی ہے اور بایذید کا زمانہ اکبر
 اعظم کا عہد حکومت ہے۔ (مطلب یہ بایذید نے بابر کے عہد میں بچپن گزارا، ہمایوں کے عہد میں جوانی اور اکبر کے عہد میں
 بوڑھاپا) انہوں نے اکبر اعظم کے عہد میں یہ کتاب لکھی ہے۔

”عبدالحی اپنی تحقیق کتاب ”دہنو ادبیاتو تاریخ“ جلد دوم میں لکھتے ہیں۔ ”بایذید انصاری ۹۳۱ھ
 بمطابق ۱۵۲۵ء ظہیر الدین بابر کی ہندوستان پر فتح یابی سے ایک سال قبل جالندھر میں پیدا ہوئے تھے
 ان کے باپ کا نام عبداللہ ارمر اور ماں امینہ کے نام سے مشہور تھی جو محمد امین کی بیٹی تھی۔ بایذید کا
 گھرانہ انصاری مشہور تھا ان کے دادا شیخ محمد کانی گرم میں علماء کا سرخیل تھا۔“ ۱۰

اس بحث سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ فارغ بخاری نے ۱۵۳۰ء سن تصنیف لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے کیونکہ بایذید
 انصاری ۱۵۲۵ء میں پیدا ہوئے ہیں تو ۵ برس کی عمر میں انہوں نے خیر البیان کس طرح لکھی ہے جبکہ موجودہ تحقیق سے یہ بات
 واضح ہو گئی ہے کہ یہ کتاب ۱۵۷۰ء میں لکھی گئی ہے البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سرحد کا نثری نمونہ سب رس سے بھی پہلے کا ہمیں
 ملتا ہے۔

بایذید انصاری کی خیر البیان کے بعد سرحد میں اردو نثر کا باقاعدہ نمونہ ”خطوط کا بل“ کی صورت میں موجود ہے
 ادبیات سرحد میں خطوط کا بل کے متعلق یہ لکھا گیا ہے۔

سرحد میں اردو نثر کے متعلق ہمیں باضابطہ ثبوت انیسویں صدی کے وسط میں ملتا ہے خطوط کا بل اس
 ثبوت کی پہلی کڑی ہیں جو سنٹرل ریکارڈ آفس پشاور میں بھاری تعداد میں موجود ہیں۔ یہ صاف اور
 سلیس اردو میں ہیں اور تحریر ترقی یافتہ معلوم ہوتی ہے۔“ ۱۱

خطوط کا بل ۱۸۷۸ء میں لکھے گئے ہیں آرکائیوز پشاور کے سنٹرل ریکارڈ آفس میں یہ خطوط محفوظ ہیں خطوط کا بل کی بجائے ان کو ”کا بل ڈائری“ کہا جاتا ہے یہ خطوط برطانوی حکومت کے پولیٹیکل محکمہ کی ان خفیہ رپورٹوں پر مشتمل ہیں جو کا بل سے یہاں بھیجی جاتی تھیں اگرچہ یہ خطوط سیاسی نوعیت کے ہیں لیکن سرحد میں اُردو نثر کے حوالے سے ان کی اہمیت مسلم ہے۔

جہاں تک ان خطوط کی زبان کا تعلق ہے تو نہ تو زبان سادہ اور سلیس ہے اور نہ ہی تحریر ترقی یافتہ معلوم ہوتی بلکہ ان خطوط کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان خطوط میں وہ زبان استعمال ہوئی ہے جو ابتدائی تحریروں میں لکھی جاتی تھی۔ تحریر کی نمونہ درج ہے:

”حالات طبع جناب امیر صاحب کے سکوت میں رہا
کرنیل غلام حیدر خان خواہر ذادہ سپاہ سالار
اور نایب نور محمد خان نے باتفاق ہو کر
جناب امیر صاحب کے خدمت میں عرض کیا کہ
نظر دید حالات دفتر فوج کا بل کے پایا جاتا ہی
تخمیناً تین لکھ روپیہ کے خورد برد مال سرکاری
نسبت جرنیل داد و شاہ کے برآمد ہو کے“ ۱۲

مندرجہ بالا پیرا گراف سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ انیسویں صدی کے وسط میں خیبر پختونخوا میں اُردو زبان تحریر میں بھی استعمال کی جاتی تھی۔ اگرچہ زبان کا وہ رنگ ڈھنگ نہ تھا جو اس وقت برصغیر پاک و ہند میں ظاہر ہو رہا تھا۔ بہر کیف خیبر پختونخوا کے حوالے سے بڑی بات ہے کہ اس دور میں اُردو زبان کو تحریر میں لایا گیا۔ خطوط کا بل کے بعد ادبیات سرحد میں سرکاری تاریخی کتب کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ انگریزوں نے جب برصغیر پاک و ہند پر مکمل اقتدار حاصل کر لیا تو ہندوستان کے دوسرے حصوں کی طرح یہاں بھی حکومت سرحد نے سرکاری سہولت کے لیے چند ضخیم کتب لکھوا کر لاہور سے شائع کرائیں دراصل انگریز جس سرزمین میں حکومت کرتا تھا اسکی تاریخ تہذیب و تمدن، مذہبی رسومات وغیرہ کے بارے میں جاننا چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے خاص سیاسی معاملات کی تکمیل کے لیے یہ کتب لکھوائیں۔

”یہ بڑی تقطیع کی چار کتابیں صوبہ سرحد کے چار اضلاع ضلع پشاور، ضلع کوہاٹ، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان اور ضلع ہزارہ سے متعلق ہیں اور ہر ایک کی ضخامت تقریباً سترہ صفحات پر مشتمل ہے ان میں ثقافتی، تمدنی اور مذہبی حالات، مشہور مقامات کا ذکر ان اضلاع کی پوری تاریخ سکے، مشہور خاندانوں کے شجرے، اور زمینداری کے طریقے تفصیل سے درج ہیں“ ۱۳

اس سے آگے ادبیات سرحد میں یہ لکھا گیا ہے کہ:

”ان کتب میں جو کتاب جس ضلع سے متعلق ہے اسے وہاں کے اکثر اسٹنٹ کمشنر کی تالیف ظاہر کیا

گیا ہے جو منطقی طور اس لیے غلط ہے کہ یہ حضرات، انگریز آفیسر تھے۔“ ۱۴
جن تاریخی کتب کا ذکر کیا جا رہا ہے ان کا حوالہ دینا انہوں نے گوارا نہیں کیا محض ذکر پر ہی اکتفا کیا ہے۔ تلاش بسیار کے بعد تین تاریخی کتب دستیاب ہو سکیں ہیں۔ تواریخ ڈیرہ اسماعیل خان، تواریخ ہزارہ اور تواریخ چترال۔

ان کتب پر لکھنے والوں کے نام درج ہیں:

”تواریخ ہزارہ بمنشائے: جناب صاحب اونور تیل

لس ایڈورڈ اجرٹن صاحب فنانشل کمشنر بہادر پنجاب حسب الحکم ۱۸۷۴ء

پکتان اڈورڈ جارج ویس صاحب بہادر مہتمم بندوبست

محمد اعظم بیگ اسٹراسٹنٹ کمشنر بندوبست

ضلع ہزارہ نے بنظر فائدہ عام ۱۸۷۴ء میں ترتیب دیا“

اور اسی طرح تواریخ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان پر بھی یوں درج ہے:

حسب الحکم گورنمنٹ پنجاب

تواریخ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان ۱۸۷۸ء

رائی بہادر جرنجست لعل صاحب

اسٹراسٹنٹ کمشنر مہتمم بندوبست

ضلع ڈیرہ اسماعیل خان بمنشاء مسٹر ایچ۔ سینٹ۔ جی۔ ٹکر صاحب“ ۱۵

ادبیات سرحد میں ان تاریخی کتب کے بارے میں مزید یہ کہا گیا ہے کہ:

”یہ کتابیں ۱۸۶۰ء سے ۱۸۸۰ء کے درمیانی وقفہ چار چار سال کے بعد شائع کی گئی ہیں۔

ان کتب کا اسلوب تحریر بالکل اس دفتری اُردو کا سا ہے جو آج بھی ہمارے حکومتی اداروں میں رائج

ہے“ یہ کتابیں مقامی لکھنے والوں سے معاوضے یا بیگار پر لکھوا کر اپنے ناموں سے منسوب کی گئی

ہیں۔“ ۱۶

ان کی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ یہ کتب چار چار سال کے وقفے میں لکھوائی گئی ہیں کیونکہ جو دو تواریخ دستیاب ہوئی ہیں ان پر یہ سنیں درج ہیں۔ تواریخ ہزارہ ۱۸۷۴ء اور تواریخ ڈیرہ اسماعیل خان ۱۸۷۸ء جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ مقامی لوگوں سے لکھوائی گئیں ہیں تو یہ بات بھی درست ہے جب ہم تواریخ ڈیرہ اسماعیل خان کی نثر کا مطالعہ کرتے ہیں تو تذکرہ و تانیث کے حوالے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ کسی پشتو زبان بولنے والے کی تحریر ہے۔ فارغ صاحب تیسری بات یہ کرتے ہیں کہ ان کتب کا اسلوب تحریر اس دفتری اُردو کا سا ہے جو آج بھی ہمارے حکومتی اداروں میں رائج ہے۔ ان کتب کا اسلوب اتنا سادہ و آسان بھی نہیں ہے جتنا کہ وہ کہہ رہے ہیں۔ نثری تحریر کا نمونہ دیکھیں:

”آب و ہوا تندرست اور آدمی میدان بلند کے سب تو لے و تندرست اور کنارہ سرن کے اوکی نسبت

زماکر کمر بندی کے اچھے اور آدمی سید ہے سارے فساد شرارت چورے خونریزی فریب اس قسم کا کوئی

امر نہیں لباس اٹکا ہے اکثر سیاہ مثل کولہ کے ہے اور زبان بندے ایک بچہ کی کولائے اور خالصہ سے ملی

ہوئے“۔ ۱۷

ان کے علاوہ تاریخ چترال بھی ہے جس کا ذکر ادبیات سرحد میں نہیں کیا گیا ہے تاریخ چترال ۱۸۹۷ء میں لکھی گئی منشی محمد عزیز الدین صاحب نے اس کو لکھا اس کی زبان ان دو تاریخ کی نسبت رواں سلیس اور سادہ ہے۔

”یہ ملک بالکل پہاڑی ہے اس میں کتنے ہی اونچے اونچے پہاڑ ہیں جن کی چوٹیاں گرمی کے دنوں میں

بھی برف سے چھپی رہتی ہیں“۔ ۱۸

ان تاریخ کتب کو دیکھنے کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کی اشاعت سے بہت پہلے یہاں زبان کا رواج ہو چکا تھا کیونکہ اتنی ضخیم کتب اسی وقت لکھی جاسکتی ہیں جبکہ لکھنے والے اس زبان پر قادر ہوں۔ گویا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انیسویں صدی کے وسط میں سرحد میں اردو زبان نشر کا رواج عام ہو چکا تھا۔

فارغ صاحب کا یہ کہنا درست ہے کہ:

”ان تاریخی کتب کو ادبیات سرحد کی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے خصوصاً باضابطہ نشر کے ثبوت میں

تو انہیں کتابوں کو اولیت کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔“ ۱۹

فارغ صاحب نے سرحد کی نشر کو ادوار میں تقسیم کر کے اس پر بات کی ہے پہلا دور جسمیں تفسیر ہندی اور خیر البیان کا ذکر کرتے ہیں گو ان کے بقول یہ دور ۱۳۰۰ سے ۱۸۳۰ء تک کا ہے اور دوسرا دور خطوط کا بل اور تاریخی کتب یعنی ۱۸۶۰ء سے ۱۸۸۰ء تک کا ہے ان کی اس تقسیم میں پہلے دور میں دو سو سال کا وقفہ ہے اور دوسرے میں صرف ۲۰ سال کا اور وہ یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ سرکاری کتب دوسرے دور میں نشر کا تنہا اثاثہ ہیں اگر حکومتی ضرورت اڑے نہ آتی تو شاید یہ دور بھی نشر کے اعتبار سے مایوس کن ثابت ہوتا۔

فارغ صاحب یہاں صحافت کو فراموش کر گئے ہیں۔ حالانکہ صوبہ سرحد میں قلمی صحافت کا آغاز تو ۱۸۳۹ء میں ہو گیا تھا۔ یہاں سے بھی ہندوستان کے باقی صوبوں کی طرح نامہ نگار مقرر تھے جو اپنے علاقے کی خبریں لکھ کر مرکزی اخباروں کو بھیجتے تھے۔

قلمی پرچوں کے علاوہ صوبہ سرحد میں باقاعدہ مطبوعہ صحافت کا آغاز بھی انیسویں صدی کے وسط میں ہو گیا تھا۔ ”خوش بہار“ اور ”مرقضائی“ صوبہ سرحد کے اولین اردو اخبار ہیں۔ اجمل ملک نے اپنی کتاب صحافت صوبہ سرحد میں یہ بات لکھی ہے کہ سرحد میں صحافت کا آغاز ۱۸۵۴ء میں ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”صوبہ سرحد میں اردو صحافت کا آغاز ۱۸۵۴ء میں ہوا جب ”خوش بہار“ کے علاوہ مرقضائی بھی منصہ

شہود پر آیا۔ قاضی افضل حق کے مطابق: ”سید محمد اشرف مؤلف اختر شہنشاہی نے اگرچہ ”مرقضائی“

کی اشاعت کا آغاز اکتوبر ۱۸۵۰ء بتایا ہے، لیکن ۳ نومبر ۱۸۵۴ء کے پرچے پر جلد نمبر ۳ نمبر ۳۲ درج

ہے اس کی ہفت روزہ اشاعت پر نظر ڈالتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اس اخبار نے اپنی اشاعت کا آغاز

جنوری ۱۸۵۴ء سے کیا تھا۔“ ۲۰

جبکہ فارغ بخاری صاحب سنگ میل سرحد نمبر میں اپنے مضمون ”سرحد میں اُردو“ میں لکھتے ہیں کہ:

”صوبہ سرحد میں صحافت کا وجود ۱۹۱۲ء سے ملتا ہے ”افغان“ یہاں کا پہلا اُردو اخبار ہے جو عیسائی مشنریوں نے اپنی مذہبی تبلیغ کے لیے جاری کیا اور جو زیادہ دن نہ چل سکا کچھ عرصے بعد اسی نام سے ایک ہفتہ وار اخبار قاضی سید امجد صاحب کی ادارت میں شائع ہونے لگا یہ مذہبی قسم کا پرچہ تھا اور مشنریوں کے آرگن کا رد عمل..... اس دور کو ہم صوبہ سرحد میں اُردو صحافت کا پہلا دور کہہ سکتے ہیں۔“^{۲۱}

فارغ بخاری صاحب نے ۱۹۱۲ء کو صوبہ سرحد کی صحافت کا پہلا دور قرار دیا ہے جبکہ صوبہ میں اُردو صحافت کا آغاز ۱۸۵۳ء سے ہوتا ہے۔

نتیجہ: اس مقالے میں ابتداء سے ۱۹۰۰ء تک صوبہ سرحد کی اُردو نثری تاریخ کا جائزہ لینا میرا مقصود تھا سو اس تحریر کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سرحد میں اُردو نثر کا آغاز ”خیر البیان“ سے ہوتا ہے

”خیر البیان جو کہ بایزید انصاری (پیر روخان) کی تصنیف ہے اور ۱۵۷۰ء میں لکھی گئی ہے۔ بایزید انصاری جو تمام پختون قوم کے اندر دو ”متضاد“ بدنام اور نیک نام القابات یعنی ”پیر روشن“ اور پیر تاریک سے مشہور ہیں ایک طبع زاد مفکر عظیم فلسفی دانشور اور عالم دیں گزرے ہیں۔ وہ کہیں کتابوں کے مصنف تھے جو امتداد زمانہ سے نایاب تھیں لیکن بعض اہل قلم کی لگا تار کوشش اور محنت سے نہ صرف ان کی قلمی کتابیں دستیاب ہوئیں بلکہ اب تک تقریباً زبور طباعت سے آراستہ بھی ہو چکی ہیں ان کی کتاب خیر البیان کی دریافت اور چھپائی پشتو اکیڈمی پشاور کا عظیم کارنامہ ہے جس کی ترتیب و تدوین میں مولانا حافظ عبدالقدوس نے بڑی عرق ریزی اور جگر سوزی کا ثبوت دیا ہے“ (صفحہ نمبر 78 کتاب

بایزید انصاری پیر روخان)

گو کہ اُردو زبان جو کہ ابھی ابھی نمودار ہوئی تھی اور بہت کم اس زبان کو تحریر میں لایا جا رہا تھا لیکن اسکے باوجود سرحد کی اولین اُردو نثر کا نمونہ اس دور کا ملتا ہے۔ بقول اشرف بخاری:

”کوئی شخص یہ کہے کہ خیر البیان سرحد کی نثر کا پہلا نمونہ ہے تو اسے بالکل مانا جا سکتا ہے کیونکہ اسکے مصنف کا تعلق صوبہ سرحد سے تھا۔“^{۲۲}

جہاں تک ”تفسیر ہندی“ کا تعلق ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ فارغ صاحب نے جذباتی رویہ میں بہہ کر ایسا لکھ دیا ہے۔ اپنی اس عادت کے بارے میں ”الہم“ کے مضمون فرشتہ میں لکھتے ہیں کہ:

”میں ابتداء ہی سے انتہا پسند طبیعت رکھتا تھا زندگی کے ہر شعبے میں جذباتیت اور انتہا پسندی میری ایسی

کمزوریاں تھیں جن پر قابو پانا میرے بس کی بات نہ تھی“^{۲۳}

جہاں تک خطوط کا بل اور سرکاری تاریخی کتب کا تعلق ہے تو یہ ۱۸۶۰ء سے ۱۸۸۰ء تک کا صوبہ سرحد کا نثری اثاثہ ہیں۔ ان کے ثبوت فراہم ہو گئے ہیں۔ اور اسی طرح سرحد میں صحافت کا آغاز انیسویں صدی کے وسط میں ہو گیا تھا۔ اس تحریر کا مقصد

سرحد میں اُردو نثر کے آغاز سے ہے یہ اُردو نثر ادبی نثر تھی یا غیر ادبی یہ ہمارا مقصود نہیں ہے۔

خیبر پختونخوا میں باقاعدہ ادبی نثر کا آغاز تو بیسویں صدی کی ابتدا سے ہوتا ہے۔ اس صوبے کو ۱۹۰۱ء میں پنجاب سے الگ کر کے ایک صوبے کا درجہ دے دیا گیا تعلیمی پس ماندگی کو دور کرنے کے لیے ۱۹۱۳ء میں اسلامیہ کالج جیسا ادارہ قائم ہوا اس صوبے کی سیاسی اور تعلیمی باگ دوڑ کو سنبھالنے کے لیے ملک کے مختلف شہروں سے علم دوست لوگوں کو بلایا گیا۔ یہاں مختلف ادبی تنظیموں کے قیام سے مثلاً (بزم سخن، دائرہ ادبیہ دبستان اور ترقی پسند مصنفین وغیرہ) اُردو ادب کو فروغ ملا نظم کی ابتداء تو پہلے سے ہو گئی تھی لیکن باقاعدہ ادبی نثر کا آغاز اسی دور میں ہوا یوں تمام اصناف نثر پر طبع آزمائی کی گئی۔ فارغ بخاری کی کتاب ادبیات سرحد خیبر پختونخوا کی نثر کی ابتداء کے حوالے سے اہم کتاب ہے۔ فارغ بخاری سرحد کی ادبی شخصیات میں بلند درجہ رکھتے ہیں مختلف ادبی تنظیموں اور ادبی شخصیات سے ان کا واسطہ بھی رہا ہے اگر وہ چاہتے تو اپنے پیش کردہ دعوؤں کا ثبوت دے سکتے تھے لیکن انہوں نے اس معاملے میں لا پرواہی کا ثبوت دیا۔ بہر صورت اس کتاب کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کتاب نے سرحد کی نثر پر تحقیق کرنے والوں کے لیے نئی راہیں کھولی ہیں۔

حواشی:

- ۱۔ ”ادبیات سرحد“ از فارغ بخاری، ص: ۶۶۹
- ۲۔ ”ادبیات سرحد“ از فارغ بخاری، ص: ۶۶۹
- ۳۔ ”داستان تاریخ اُردو“ تالیف“ از حامد حسن قادری“ ص: ۳۶
- ۴۔ ”داستان تاریخ اُردو“ تالیف“ از حامد حسن قادری“ ص: ۴۰
- ۵۔ ”ادبیات سرحد“ از فارغ بخاری، ص: ۶۲۰
- ۶۔ (مخزنہ) اصل نسخے کی مائیکروفلم پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی میں محفوظ ہے۔
خیبر البیان از بایذید انصاری صفحہ نمبر ۲ مخزنہ پشتو لائبریری
- ۷۔ ”خیبر البیان از بایذید انصاری صفحہ نمبر ۳“ مخزنہ پشتو لائبریری
- ۸۔ ”خیبر البیان از بایذید انصاری صفحہ نمبر ۵“ مخزنہ پشتو لائبریری
- ۹۔ ”خیبر البیان از بایذید انصاری صفحہ نمبر ۶“ مخزنہ پشتو لائبریری
- ۱۰۔ دہنو ادبیاتو تاریخ، جلد دوم از عبدالحی صفحہ ۷۳
- ۱۱۔ ادبیات سرحد از فارغ بخاری، ص: ۶۷۰
- ۱۲۔ خطوط کابل یا کابل ڈائری مخزنہ آرکائیوز سنٹرل ریکارڈ آفس
- ۱۳۔ ادبیات سرحد ص: ۶۷۰
- ۱۴۔ ادبیات سرحد از فارغ بخاری، ص: ۶۷۰
- ۱۵۔ مخزنہ آرکائیوز لائبریری سنٹرل ریکارڈ آفس

- ۱۶۔ ادبیات سرحد از فارغ بخاری ص: ۶۷۱
- ۱۷۔ توارخ ہزارہ صفحہ نمبر ۱۴۱ مخدو نہ آرکائیوز سنٹرل لائبریری پشاور
- ۱۸۔ تارخ چترال صفحہ نمبر ۱۷ مخدو نہ آرکائیوز سنٹرل لائبریری پشاور
- ۱۹۔ ادبیات سرحد از فارغ بخاری ص: ۶۷۱
- ۲۰۔ اجمل ملک، صحافت سرحد میں ص: ۴۱
- ۲۱۔ سنگ میل فارغ بخاری ص: ۲۵۴
- ۲۲۔ شیر افضل بریکوٹی مؤلف بایزید انصاری پیرو خان ص: ۷۸
- ۲۳۔ انٹرویو اشرف بخاری بروز اتوار ۲۰۰۲ء بمقام گلہار پشاور
- ۲۴۔ ”الہم“ فارغ بخاری ص: ۳۵

☆☆☆